

بات کا بتنگڑ

مؤلف

عبدالرشید خان

سابق ڈپٹی ڈائرکٹر انفارمیشن یوپی

ناشر

نول کشور پریس۔ لکھنؤ

قیمت ۶/-

بات کا بتنگڑ

مولفہ

عبدالرشید خاں سابق ڈپٹی ڈائرکٹر

انفارمیشن یو۔پی

ناشر

نول کشور پریس لکھنؤ

بار دوم　　اپریل سنہ ۱۹۴۸ء　　قیمت ۶ر

بات کا بتنگڑ

عجب پور گاؤں میں کرم الٰہی ایک کاشتکار رہتا تھا۔ حسب معمول کنبہ دار آدمی تھا اور اپنی بستی میں خوش حال بھی تھا۔ لوگوں میں عزت بھی تھی اور بہت ہوشیار آدمی سمجھا جاتا تھا۔ گھر میں لڑکے، عورتیں، نوکر چاکر سب کام میں لگے رہتے تھے، اور بہت اطمینان و امن سے بسر اوقات ہوتی تھی۔ گو کرم الٰہی کچھ بوڑھا تھا مگر تندرستی ایسی اچھی تھی کہ جوانوں کو مات دیتا تھا۔ اولاد میں تین لڑکے تھے۔ بڑے لڑکے دین محمد کی شادی ہو چکی تھی۔ دوسرے بیٹے پیر بخش کی ابھی

منگنی ہی ہوئی تھی اور تیسرا خدا بخش ابھی کھیتوں میں مجنائی سینچائی دیکھا کرتا تھا۔

کرم الٰہی کی بیوی اپنے آدمی کی ہم عمر بڑھیا تھی مگر وہ بھی تندرست تھی اور گھر گرہستی میں لگی رہتی تھی، اس کا نام تو عائشہ تھا لیکن روز کی بول چال میں عشو پڑ گیا تھا۔ وہ بھی نیک مزاج اور محنتی تھی، گھر میں ہر طرف برکت اور رونق دکھائی دیتی تھی۔ ان چند آدمیوں کے علاوہ کرم الٰہی کا بوڑھا باپ بھی ابھی زندہ تھا جو کچھ مدت سے گٹھیا اور دمہ کا شکار بن کر بہت کمزور ہو چکا تھا اور کھاٹ پر پڑا رہتا تھا۔ گھر میں اسی کی اکیلی ذات تھی جو کہنے کو تو تبرک اور رحمت کا سایہ تھی مگر وہی اصل میں دوسروں کا محتاج تھا۔

گھر کے آدمیوں کے علاوہ کرم الٰہی کے یہاں تین گھوڑے اور ایک بچھڑا ایک گائے اور اس کا بچہ اور بیس پچیس بھیڑ بکریاں بھی تھیں۔ حاصل یہ کہ خدا کا دیا سب کچھ تھا اور سلیقہ کا تھا۔ کیونکہ ان دو عورتوں کی مصروفیتیں گھر کی ہانڈی چولہے تک بھی نہ تھیں بلکہ فالتو وقت میں گھر کے کپڑوں کی مرمت اور نئے کپڑوں کی کتر بیونت بھی خاصہ سلیقہ سے ہو جاتی تھی اور اُن سے بھی جو وقت بچتا تھا وہ جانوروں کی خدمت اور دیکھ بھال میں گذرتا تھا۔ پھر پاس پڑوسیوں کی آمد و رفت میل ملاقات میں بھی وقت جاتا تھا۔

اسی طرح حلال روزی پیدا کرنے میں کنبہ کے مرد بھی محنت مشقت میں لگے رہتے۔ پچھلی فصل کا اناج اگلی فصل تک فراغت سے چلتا تھا۔ صرف جوار کی فصل سے لگان اور مالگذاری سے چھٹی مل جاتی تھی۔ گھر میں ساری ضروریات موجود رہتیں اور کرم الٰہی مطمئن تھے۔ بابا کے سایہ میں، بیوی

بچوں کے ساتھ ہنسی خوشی اور اطمینان سے گزران
کرتا تھا۔

کرم الٰہی کے پڑوس میں بلدیوا کا بیٹا فتو رہتا
تھا۔ بچپن میں ایک حادثہ میں چوٹ لگ جانے سے
اس کی ایک ٹانگ میں کچھ ایسی ضرب آگئی تھی جس نے
علاج ہونے پر بھی اُسے ایک ٹانگ سے معذور کر دیا تھا۔

جب تک بلدیوا کا گھر میں اختیار اور انتظام
رہا اور وہ زندہ رہا دونوں گھروں میں بڑا میل
ملاپ اور راہ و رسم رہی، ایک دوسرے کے
دکھ سکھ میں شریک رہتا۔ آپس کے صلاح مشورہ کو
دخل تھا۔ ایک کے یہاں کونڈے چلنی کی ضرورت
ہوتی تو دوسرے کے یہاں سے عورتیں بے تکلف
اُٹھا لاتیں۔ دوسرے کے یہاں غلہ، ہل بیل یا اور
جس چیز کی ضرورت ہوتی تو مردوں کو پڑوسی کے
گھر سے مانگ لینے میں عار نہ تھا۔ غرضیکہ سب

بھلے مانسوں کی طرح رہتے تھے۔ جو کبھی ایک کا
بچھڑا دوسرے کے کھیت کھلیان میں گھس جاتا تو
اُسے وہ ہنکا کے زبانی اتنا کہہ دیتا "دیکھنا بھائی
خیال رکھنا اب بچھڑے کو نہ آنے دینا۔ ہم نے
ابھی اناج نہیں اُٹھایا ہے" اناج، چارہ، غلہ
چھپا کے رکھنا، کوٹھی کھلیان میں تالے لگانا، یا
لڑائی تکرار کا خیال کسی کے پاس کبھی نہ پھٹکتا تھا۔

جب تک بڑے بوڑھوں کو معاملات میں
دخل رہا۔ تعلقات اسی طرح نہایت اچھے
رہے۔ مگر جب نئی پود آئی تو یہ ساری خوبیاں
ختم ہوگئیں۔ نئے رنگ روپ چھاگئے۔ آخر
اس کا سبب؟ ایک ذرا سی بات جسے بتلاتے ہوئے
بھی شرم آتی ہے۔

کرم الٰہی کے یہاں جہاں اتنا کچھ تھا وہاں اتنا
اور ہوا اور یہ بُرا بھی نہ تھا کہ اس کی بہو نے

مُرغیاں بھی پال لی تھیں۔ ان میں ایک مُرغی انڈے بھی دینے لگی تھی۔ بھو کو ان کے جمع کرنے کا خیال برابر لگا رہتا تھا۔ وہ ہر روز کٹھرے میں جاکر پیال دیکھتی یا اور جہاں کہیں مُرغی بیٹھتی تھی وہاں سے انڈا اُٹھانے کا خیال رکھتی تھی۔

مُرغی کا قاعدہ ہے کہ اُسے چین و سکون سے جہاں بیٹھنے کا موقع ملتا ہے اس جگہ کو وہ یاد رکھتی ہے اور جب تک اُسے وہاں سے نہ ہٹائیں، انڈے وہیں پر دیتی رہتی ہے۔ ایک دن بچوں نے جو مُرغی کو کٹھرے میں بند کیا تو وہ اُڑ کر پڑوسی کی پیال میں جا بیٹھی۔

انڈا دینے کے بعد جب دستور کے مطابق مُرغی کڑکڑائی تو بھو نے کچھ خیال نہ کیا اور دوسرے دھندوں میں لگی رہی۔ اُس نے سُوچا تھا کہ کام سے نمٹ لوں تو شام کو اطمینان سے

انڈا اُٹھا لاؤں گی۔ آخر شام کو انڈا اُٹھانے پیال میں گئی لیکن اُس دن انڈا نہیں ملا۔ بھو نے لوٹ کے ساس اور دیوروں سے پوچھا کہ کوئی انڈا تو نہیں لایا اور لایا تو کہاں رکھا۔ جواب میں سب نے انکار کرکے اپنی بے خبری ظاہر کر دی۔ اتنے میں چھوٹے دیور خدا بخش نے بتلایا "بھابھی! تمھاری مُرغی پڑوسی کے پیال میں انڈا دے رہی تھی۔ آج وہ وہیں کڑکڑائی بھی تھی اور وہیں سے اُڑ کر آئی بھی تھی۔"

بھو نے ڈربے میں چھوٹے مُرغے کے پاس مُرغی کو بیٹھے دیکھا۔ اُس کی آنکھیں کچھ بند سی تھیں شاید نیند آ رہی تھی اور اُونگھ رہی تھی۔ اگر مُرغی بول سکتی تو بھو اس سے ضرور پوچھتی "کمبخت انڈا کہاں دے آئی؟" لیکن مجبوراً چپ رہی اور مُرغی دیکھتے ہوئے ہمسائی کے دروازہ پر گئی۔ پڑوسن نے دروازہ پر

جا کر پوچھا ہو کیا بات ہے ؟ کیا دیکھ رہی ہے ۔ بہو
نے کہا "دادی! آج میری پٹھ اُڑ کر تمہارے یہاں
میں آگئی تھی معلوم ہوتا ہے اُس نے یہیں کہیں
انڈا دیا ہے ۔"

پڑوسن نے کہا "نا بی بی ۔ ہم نے کوئی انڈا نہیں
دیکھا ۔ ایشور کی دَیا ہے ۔ یہاں سب کچھ اُس کی
دین سے ہے ۔ ہمیں کسی کے انڈوں کی ضرورت
نہیں ہے ۔ کیا ہم کسی کے انڈے بٹورتے پھرتے
ہیں " بہو اس بات سے چڑھ سی گئی اور غصہ میں
ایسی ایسی باتیں کہہ ڈالیں جو نہیں کہنی چاہیئے
تھیں ۔ پڑوسن نے بھی اینٹوں کا جواب پتھروں
سے دیا ۔ پھر کیا تھا ۔ طرفین سے زبانی لڑائی چھڑ گئی
کرم الٰہی کی بیوی کنوئیں سے پانی لا کے گھر میں
گھڑے بھر رہی تھی وہ بھی آتے آتے شریک ہو گئی ۔
اور جو کچھ اس سے کہتے بن پڑا اُس نے بھی کہہ ڈالا ۔

نتو کی بہن بھی گھر سے نکل آئی تو جو کچھ نہ ہونا تھا
وہ ہو گیا ۔ طرفین نے ایک دوسرے کو صلواتیں
سنائیں ۔ گڑے مُردے اُکھاڑے گئے ۔ ذرا سی دیر
میں ایک قیامت برپا ہو گئی ۔

لڑائی میں سب ہی چیخ چلا رہے تھے ۔ زبانیں
قینچی کی طرح چل رہی تھیں ۔ ایک ایک سانس میں
سو سو باتیں کہی جا رہی تھیں ۔ کسی نے کہا تو چور
ہے اُٹھائی گیری ہے ، دوسری نے کہا تو ڈائن
ہے ۔ اپنے سسر کو بھوکوں مار ڈالا ۔ غرضیکہ
جتنی باتیں تھیں سب تہذیب اخلاق رکھ رکھاؤ
سے دُور تھیں ۔ کوئی کہتی تو نے میری چھلنی میں
سوراخ کر کے اُسے کام کا نہ رکھا ، دوسری کہتی
تو نے میری بالٹی ڈکار لی اُسے واپس کر ، ایک
نے غصہ میں پانی کا گھڑا پھوڑ ڈالا تو کرم الٰہی
کی بیوی پانی سے تر بتر ہو گئی ، ایک نے کسی کی

چادر کھینچی گھسوٹنی شروع کردی اور گالم گلوچ سے
ہاتھا پائی تک نوبت پہونچ گئی۔

اس عرصہ میں ننو بھی کھیت سے لوٹ آیا، گھر پر جو یہ حال دیکھا تو اپنی بیوی کی طرفداری کرنے لگا، اب کیا دیر تھی۔ کرم الٰہی اور اُس کے لڑکے بھی دوڑ پڑے اور گتھم گتھا شروع ہوگئی۔ کرم الٰہی توانا اور تندرست تھا اس لیے اُس نے ننو اور اُس کے ساتھ والوں کو اِدھر اُدھر پٹکا، دھینگا مشتی میں ننو کی مونچھوں کے کچھ بال اُکھڑ گئے دیکھنے والوں کا ہجوم ہو گیا تھا جس کا منتشر کرنا آسان نہ تھا۔ اس میں بھی کوئی سمجھانے پر متوجہ تھا تو کوئی لگانے اور سُلگانے پر مائل تھا۔ ننو نے اپنی مونچھوں کے اکھڑے ہوئے بال جمع کیے اور کاغذ میں لپیٹ کے نج مجسٹریٹی میں پہونچا اور دعوے دائر کر دیا۔ تاہم ابھی تک جو کچھ ہوا وہ

صرف ابتدا تھی۔

ننو کو جب کبھی غصہ آتا تو کہتا تھا "میری مونچھیں اس لیے نہیں تھیں کہ کرم الٰہی اُنھیں اکھاڑتا۔ اس کی بیوی بھی پڑوسیوں سے کہتی تھی اب مقدمہ کا فیصلہ ہو تو دیکھنا۔ کرم الٰہی کو کالا پانی نہ ہو تو میرا نام نہیں۔ غرضیکہ اس طرح ہر روز کے لیے لڑائی کا سلسلہ قائم ہوگیا۔

کرم الٰہی کا بوڑھا باپ چارپائی پر پڑا پڑا کہتا تھا "جھگڑا نہ بڑھاؤ۔ جھگڑا بڑھانا ٹھیک نہیں ہے"۔ مگر یہ لڑکے عورتیں اپنی جوانی کے جوش میں بڈھے کی بات پر کیوں توجہ دیتے۔ وہ کہتا تھا "بچو! تم سب نا سمجھی سے کام لے رہو لڑائی کی تو کوئی وجہ ہی نہیں ہے۔ آخر یہ طوفان کیوں باندھ رکھا ہے۔ کمبخت ایک انڈے پر ایسی لڑائی۔ ارے بھلے لوگو! سوچو یہ نا سمجھی نہیں تو

اور کیا ہے۔ سمجھ لو کہ کسی بچے ہی نے انڈا اُٹھا لیا یا توڑ ڈالا۔ ایک انڈے کی بساط ہی کیا ہے۔ تمھیں خدا نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ ایک انڈے کے نقصان سے نہ کسی کا کچھ بنتا ہے نہ بگڑتا ہے اگر کسی نے کوئی بُری بات کہی تھی تو تمھارا فرض تھا کہ سمجھا کر اُس کا خیال درست کر دیتے۔ ثواب ہوتا۔ تم نیک نمونہ دکھلاتے، کوئی اچھی مثال پیش کرتے تو دوسروں کو بھی نیکی کی توفیق ہوتی تم سب لڑائی میں شامل ہو تو سب ہی خطا وار ہو اور خیر ایسا بھی ہو جاتا ہے، جہاں چار برتن ہوتے ہیں وہ کبھی کبھی ٹکرا بھی جاتے ہیں، لیکن پھوٹ نہیں جاتے۔ چلو جو ہوا سو ہوا۔ اب گذری باتیں بھول جاؤ۔ یہ جو تم نے بدلہ لینے کی فکر کی ہے تو یاد رکھنا اس کا نتیجہ بد سے بدتر ہو جائے گا۔"

بڈھے کی ان باتوں کا ان لوگوں پر کوئی اثر

نہ ہوا۔ وہ سمجھتے رہے کہ بڈھے کا دماغ سٹھیا گیا ہے جو کچھ اس نے کہا ہے سب بکواس ہے۔

کرم الٰہی پڑوسی سے کب دبنے والا تھا۔ اُس نے لوگوں کے سامنے فتو کی مونچھیں نوچنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ بات کو سنگین دکھانے کے لیے اس نے خود ایسا کیا ہے۔ بلکہ اس کے لڑکے نے میرے کُرتے کے چیتھڑے کر دیے۔ میری ناک بُری طرح زخمی کر دی، ذرا اسے بھی دیکھ لو۔

مقدمہ کی تاریخ پر کرم الٰہی عدالت میں حاضر ہوا۔ مجسٹریٹ کے سامنے پیشی ہوئی۔ جس وقت مقدمہ کی سماعت ہو رہی تھی۔ اُسی وقت فتو کی بیل گاڑی کے دُھرے کی کیلیں غائب ہو گئیں۔ اس کی بیوی نے اس کا الزام بھی کرم الٰہی کے لڑکوں کے سر تھوپ دیا اور یہاں تک کہا

کہ خود اس کے سامنے وہ کیل چرائے گئے۔ اس طرح ایک دوسرے مقدمہ کی بنیاد پڑ گئی۔ گھر پر ہر روز ایک نئی بات پر لڑائی رہتی تھی۔ جب کنوئیں پر عورتیں جمع ہوتیں تو قینچیوں کی طرح اُن کی زبانیں چلا کرتیں۔ نوبت یہاں تک پہونچ گئی کہ نت نئے جھگڑے بکھیڑوں سے فریقین کے آدمیوں کی جانیں عذاب میں آگئیں۔

تھوڑے ہی دنوں میں شاید کوئی پنچ عدالت ایسی رہی جس میں کرم الٰہی اور فتو کے مقدمے نہ دائر ہو چکے ہوں۔ کئی عدالتیں تو ان دونوں کے نئے نئے مقدموں سے عاجز آگئیں۔ کبھی کرم الٰہی پر جرمانہ ہوتا یا سزائے قید ہوتی تو کبھی فتو کے سر پر افتاد پڑتی۔ جیسے جیسے ایک دوسرے کو نقصان پہونچانے کی کوشش کرتا۔ ان میں دشمنی بڑھتی جاتی تھی۔ جب کتے لڑتے ہیں تو جتنا ایک دوسرے کو

نوچتا بھنبھوڑتا ہے اتنا ہی اُن میں غصہ بڑھتا جاتا ہے اس وقت اگر کسی کو کوئی پیچھے سے رُوکنے کی کوشش کرتا ہے تو کتا یہی سمجھتا ہے کہ کوئی تیسرا کتا آگیا ہے اور غصہ سے غضب میں آجاتا ہے۔ ٹھیک یہی حال ان کسانوں کا تھا۔ تعلقات چھ سال تک یوں ہی چلتے رہے۔ مگر بڈھا اب بھی وہی نصیحت کرتا تھا جو پہلے دن کر چکا تھا۔ وہ کہتا تھا بچو! تم یہ کیا کر رہے ہو۔ اپنا کاروبار چھوڑے بیٹھے ہو۔ ایسا کینہ کپٹ ٹھیک نہیں۔ ان باتوں سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ مگر اس کی بات پر کوئی دھیان نہ دیتا تھا۔

ساتویں برس ایک شادی کے موقع پر کرم الٰہی کی بیوی نے دوسروں کے سامنے فتو پر گھوڑے کی چوری کا الزام لگا کر ذلیل کیا۔ فتو بھی نشہ میں تھا بے قابو ہو گیا اور کرم الٰہی کی بیوی کو

کرم الٰہی نے فیصلہ سُنا تو ہنس کر ننّو سے کہا "لے کہہ اب کیا ہوگا۔" ننّو نے بھی کرم الٰہی کو غضبناک نظروں سے دیکھ کر جواب دیا "اچھا! گنتے دے بیدیں ان سے تو میری پیٹھ ہی جلے گی پر دیکھنا تجھے بھی ایسا جلاؤں گا کہ یاد ہی کرے گا۔" کرم الٰہی نے یہ الفاظ سُنے تو اجلاس میں ہی شکایتیں کرنے لگا، زور سے بُولا "دیکھیے حضور! یہ اب بھی دھمکی دے رہا ہے، کہتا ہے تیرا گھر جلا کر خاک کر دوں گا اور لوگ بھی گواہ ہیں۔" ننّو کو پھر عدالت میں طلب کیا گیا۔ مجسٹریٹ نے دریافت کیا "کیا تم نے ایسا کہا ہے؟" ننّو نے انکار کر دیا۔ مگر پھر کہا "حضور! مجھے خوب بیدوں سے پٹوائیے، عدالت کو اختیار ہے، آپ نے خوب فیصلہ کیا کہ ساری خطا میری ہی ہے اور بس مجھے ہی سزا بھگتنی چاہیے اور کرم الٰہی کو

اتنا مارا کہ وہ سات دن تک اُٹھ کر پانی نہ پی سکی۔ اگرچہ یہ افسوس کا موقع تھا مگر کرم الٰہی اس واقعہ سے خوش ہوا اور فوراً جا کر جھوٹی سچی رپورٹ لکھا کر اور مقدمہ بنا کر ننّو کے خلاف مجسٹریٹ کے یہاں سے گرفتاری کا وارنٹ نکلوا دیا اور سوچا کہ اب پڑوسی سے اگلی پچھلی کسر نکال لوں گا لیکن عدالتی کارروائی میں کرم الٰہی مقدمہ ہار گیا کیونکہ جب اس کی بیوی کا طبّی معائنہ ہوا تو اس کے جسم پر چوٹ کا کوئی نشان نہ ملا۔ اس پر کرم الٰہی نے اپیل کیا۔ پیشکاروں اور ججوں کو شرابیں پلائیں تو اتنا ہوا کہ وہ ننّو کو بیدیں لگوانے کی سزا دلوانے میں کامیاب ہوا۔ ننّو کے خلاف پیشکار نے عدالت کی طرف سے جو فیصلہ سنایا وہ یہ تھا "عدالت نے فیصلہ کیا ہے کہ مجرم ننّو کو عدالت کے سامنے بیس بیدیں لگائی جائیں۔"

آزادی ہے کہ جو اُس کا جی چاہے کرے اور کہے۔"
وہ کچھ اور بھی کہنے والا تھا، لیکن غم و غصّہ سے وہ کانپنے لگا۔ دیوار کی طرف مُنھ پھیر کے کھڑا ہوگیا اُس وقت فتّو کی صورت اس درجہ خوفناک تھی کہ عدالت کو بھی دیکھ کر ڈر لگنے لگا۔ اور شاید اس کی فکر ہو گی کہ وہ کرم الٰہی کو کوئی خاص قسم کا نقصان نہ پہونچاے یا کہیں خودکشی نہ کر گزرے۔
اس لیے مجسٹریٹ عدالت نے دونوں کو سمجھانا شروع کیا۔ اس نے کہا "بھائیو! بہتر تو یہ ہے کہ ساری رنجشیں دُور کر کے آپ دونوں گلے مِل لیں اور دوست بن جائیں۔ میاں فتّو! تم نے جو کچھ کیا۔ غیر کی ایک مسٹنڈی عورت کو مار لیا، یہ تمھاری بھلی قسمت تھی کہ خدا نے اُس کی جان بچالی۔ ورنہ تمھارا یہ جُرم معاف ہونے والا نہ تھا، تم نے یہ کام اچھا نہ کیا۔ اور عدالت کو بھی سزا دینی پڑی،

اب تم بھی اپنی خطا کا اقرار کر لو، اور معافی مانگ لو۔ ہمیں یقین ہے کرم الٰہی تمھیں معاف کر دے گا۔ اس کے بعد ہم بھی فیصلہ بدل دیں گے۔"
موضع کی پنچ تھی۔ پیشکار نے جو مجسٹریٹ کی تقریر سُنی تو وہ بپھر گیا مگر ضبط کر کے کہنے لگا "ایسا نہیں ہو سکتا۔" دفعہ(۱۱۷) میں جو مقدمہ دائر ہوتا ہے اُس میں سمجھوتہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔ فیصلہ سُنایا جا چکا ہے وہ اپنی جگہ ضرور قائم رہے گا۔
مجسٹریٹ نے پیشکار کی باتوں پر کوئی توجہ نہ کی بلکہ تنبیہ سے کہا تم نے بہت کچھ کہہ ڈالا ہے، بس اب خاموش رہو۔ پھر کہا "دفعہ صرف ایک ہے وہ یہ کہ خدا کو یاد رکھو اور خدا کا حکم ہے کہ آپس میں میل ملاپ سے رہو۔" مگر صلح کی ساری ترغیبیں بے سود ثابت ہوئیں۔ فتّو نے تو اس پر کوئی توجہ بھی نہیں کی۔ بلکہ کہنے لگا "اب میری عمر

بچاس سال کی ہے۔ میرے لڑکے کی بھی شادی ہو چکی ہے۔ اپنی زندگی میں مَیں نے کبھی مار نہیں کھائی۔ مگر اب یہ بدبخت کرم الٰہی مجھے عدالت میں بیدیں لگوانے کو پیدا ہوا ہے۔ اب مجھ سے ہی اُلٹا کہا جا رہا ہے کہ معافی بھی مانگ لوں۔ مَیں تو مرتے دم معافی نہ مانگوں گا۔ دیکھوں یہ کرم الٰہی اور کیا کیا جتن کرتا ہے" یہ کہتے کہتے فتو کی آواز بھرّا گئی تو چپ ہو گیا اور مڑ کر چپ چاپ چل دیا۔

کرم الٰہی اُس دن گھر دیر سے پہونچا۔ اُس کی بیوی جانور کھولنے باہر گئی تھی۔ کرم الٰہی نے اُتر کر گھوڑے کی پیٹھ سے زین اُتاری اور گھوڑے کو باندھ کر اندر چلا آیا۔ ابھی تک لڑکے کھیت سے واپس نہیں لوٹے تھے اور عورتیں جانوروں کی دیکھ بھال میں باہر مصروف تھیں۔ کرم الٰہی اندر اکیلا بیٹھا ہوا نہ معلوم کیا سوچ رہا تھا۔ شاید اس کی

نظروں کے سامنے عدالت کا وہ نقشہ آگیا تھا جب فیصلہ سُنایا جا رہا تھا اور فتو کے چہرہ کا رنگ بدل رہا تھا۔ فتو کی وہ غضبناک نگاہیں جو مایوسیوں میں بدل کر عدالت کی در و دیوار پر پڑ رہی تھیں کچھ ایسی تھیں کہ ان کے خیال سے کرم الٰہی کے دل میں میٹھا میٹھا درد ہو رہا تھا۔ اُس وقت اُس نے شاید یہ سوچا کہ اگر فتو کی جگہ مَیں ہوتا تو میری کیا حالت ہوتی پھر سمجھا کہ یہی حال اب فتو کا ہو گا، اِس خیال کے آتے ہی اُسے فتو کی حالت پر ترس آنے لگا۔ اُسی وقت بڑے میاں کے کھانسنے کی آواز سُنائی دی وہ پیر لمبے کر کے بڑی مشکل سے فرش پر اُتر رہے تھے ان کو نیچے اوپر اُترنے چڑھنے میں تکلیف ہونے لگی تھی اس لیے وہ فرش پر بیٹھے بیٹھے کھانس لیتے تھے۔ اس وقت بھی جب کھانسی کا دورہ ختم ہوا تو اُنھوں نے

اپنی کہنیاں تکیہ پر ٹیک کر پوچھا "کرمو! کیا فیصلہ ہوا۔ کیا فتو کو سزا مل گئی؟"

کرم الٰہی نے جواب دیا "ہاں بابا! بیں بیدیں لگانے کا حکم ہوا ہے۔"

بڈھے نے نہایت افسوس اور سنجیدگی سے سر ہلا کر کہا "کرم الٰہی تم بڑی غلطی کر رہے ہو۔ بہت بڑی غلطی۔ اس کا نتیجہ فتو سے زیادہ تمہارے حق میں بُرا ہوگا۔ فرض کرو کہ اُس کے بیدیں لگ گئیں۔ تو یہ تو ضرور ہوگا کہ اُس بیچارے کی پیٹھ کی کھال اُدھڑ جائے گی مگر اس سے تمہیں کیا ملے گا۔"

کرم الٰہی نے کہا "یہی کہ وہ پھر ایسی غلطی نہ کرے گا۔"

بڈھے نے کہا "وہ کیا نہ کرے گا۔ کیا وہ تم سے زیادہ غلطی کر رہا ہے؟"

کرم الٰہی بُولا "کیا بابا آپ کو یہ بتلانے کی ضرورت ہے کہ اُس نے میرے ساتھ کیا بدسلوکی کی تھی۔ کیا اُس نے میری عورت کو مارتے مارتے ادھ مُوا نہیں کر دیا تھا اور اس پر بھی وہ اس بات کی دھمکی دیتا ہے کہ گھر میں آگ لگا دوں گا۔ کیا اس کے لیے بھی مجھے اس سے معافی مانگنے کی ضرورت ہے؟"

بڈھے نے ایک سرد آہ کھینچی اور کہا "بیٹا کرم الٰہی اس دنیا میں تم بے شک مَن مانے گھومتے پھرتے ہو، دنیا کے رنگ میں خوب نہا رہے ہو اور مَیں کئی سال سے بستر پر پڑا ہوا ہوں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم ہی دنیا کے سب رنگ دیکھتے ہو اور مَیں کچھ نہیں سمجھتا۔ یاد رکھو ابھی جوانی کا زور ہے۔ تم دنیا کو اُس کے اصلی رنگ میں نہیں دیکھ سکتے، جوش اور غصہ نے

تمھیں اندھا کر رکھا ہے۔ تمھاری آنکھوں کے آگے دوسروں کی بُرائیاں ہی ہیں۔ اپنے عیب اور خطائیں نظر نہیں آتیں۔ لو سُنو۔ تم کہتے ہو کہ اُس نے غلطی کی۔ اگر دنیا میں وہ اکیلا ہی غلطی کرنے والا ہوتا تو یہاں اس قدر بُرائیاں نظر نہ آتیں۔ کیا دنیا میں بُرائیوں کا ڈھیر صرف ایک بُرے شخص کی ذات سے ہوتا ہے۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ تمھیں ننھو کی بُرائیاں نظر آتی ہیں مگر خود اپنی بُرائیوں پہ نظر نہیں پڑتی۔ اگر اس نے ہی بُرائیاں کی تھیں اور تم کوئی نیکی کرکے دکھاتے تو یہ جھگڑا کبھی نہ ہوتا۔ اُس کی مُونچھیں کس نے نوچیں ؟ اُس کی گھاس کے گٹھے کس نے گرائے تھے ؟ کون اُسے عدالتوں میں کھینچے کھینچے پھرا ؟ اس پہ بھی تم سارا الزام اُسی پہ دھرتے ہو۔ غلط تو

تمھارے ہی ڈھنگ ہیں۔ میری زندگی تو اس طرح سے نہیں بسر ہوئی جیسی میں تمھاری حالت دیکھتا ہوں۔ مَیں نے تمھیں ایسی تعلیم نہیں دی تھی۔ تم کو یاد نہیں کہ ننھو کا باپ اور مَیں پڑوس میں کسطرح رہتے تھے۔ کیا ہم ایک دوسرے کے جان لیوا تھے توبہ توبہ۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے سچے رفیق اور جاں نثار تھے۔ اُس کے گھر میں آٹا ختم ہو جاتا تو اُس کی بیوی میرے گھر سے بے تکلف آٹا لے جاتی تھی۔ میرے یہاں جس چیز کی کمی ہوتی تھی اُس کے یہاں سے مل جاتی تھی۔ ہم لوگوں کو اعتبار تھا کہ جس چیز جنس کی جتنی حاجت ہوتی دوسرے کے گھر سے خود اپنے ہاتھوں سے اُٹھا لیتے۔ تمھیں تو یاد ہوگا۔ کیا تم نے بچپن میں ہمارے تعلقات ایسے نہ دیکھے تھے۔ اب معلوم نہیں تم لوگوں پر کون سا بھوت سوار ہے کہ آس پاس کے علاقہ میں بھی

تمھاری لڑائیاں کہنے میں آنے لگی ہیں۔ ایک دن
مَیں نے خود ایک سپاہی کو ایک آدمی سے کسی
بات پر کہتے سُنا۔ کہ یہ لڑائی بھی بالکل کرم الٰہی
اور فتو کی سی ہے۔ کیا زندگی اسی کا نام ہے۔
تم کسان ہو اور ایک گھر کے مالک ہو، مجھے
بتاؤ۔ کیا تم اپنی بیوی بچّوں کو یہ تعلیم دے رہے
ہو کہ کتّوں کی طرح لڑیں؟ پرسوں وہ شیطان
بخشا فتو کی عورت اور ماں کو گالیاں دے رہا
تھا، تو بخشا کی ماں بڑی خوش ہو رہی تھی
کیا اولاد کو ڈھنگ پر لگانے کے یہی طریقے
ہیں۔ اور یہ بھی بتاؤ اپنے مَن سے پوچھ کر بتاؤ
کہ کیا پاس پڑوس میل جُول راہ رسم کو اس طرح
مٹانا اچھا ہے۔ مَیں تم سے ایک کڑوی بات کہتا
ہوں۔ اس کو ذرا سوچنا۔ اگر تم نے میرے ایک
گھونسہ مارا اور مَیں نے تمھارے دو گھونسے مار دیے

تو کیا نتیجہ ہوگا؟ ہمارے نبی جی نے جو خدا کے
بڑے رسول تھے تو ہمیشہ یہ فرمایا کہ ایسی بوتونی
اور ناسمجھی کی باتیں کبھی ٹھیک نہیں ہوتیں اُنھوں
نے یہ تاکید کی تھی کہ اگر تمھیں کوئی بُرا کہے تو
خاموش ہو جاؤ۔ تم دیکھو گے کہ کہنے والے کا مَن
خود اُسے ملامت کرے گا۔ اُنھوں نے فرمایا تھا
اگر کوئی تمھارے ایک طمانچہ مارے تو اوّل تو
صبر کرو اور نہیں تو تم بھی ایک چپت مار دو۔ مگر
دوسری چپت نہیں۔ ایسا کرو گے تو زیادتی ہوگی
اور زیادتی کتنی ہی چھوٹی ہو ٹھیک نہیں ہے،
لیکن صبر کرنا بہتر ہے۔ صبر سے تمھارا مخالف
تمھارا دوست اور تابعدار ہو جائے گا۔ وہ تمھاری
باتیں توجہ سے سُنا کرے گا۔ خود ان کا سلوک اور
طریقہ اسی حکم کے مطابق تھا۔ خدا اور رسولوں کے
تو ایسے ایسے حکم اور نصیحتیں ہیں۔ اب بولو۔ مَیں جو

کچھ کہہ رہا ہوں کیا وہ ٹھیک نہیں ہے ؟

کرم الٰہی سب باتیں خاموشی سے سُن رہا تھا۔ اتنے میں بُڈھے کو پھر کھانسی اُٹھی۔ اور جب کھانسنے سے فرصت ملی تو پھر کہنے لگا۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ دین و مذہب کی یہ نصیحتیں اور تعلیمیں غلط ہیں نہیں۔ مطلب ایسی تعلیم سے یہ تھا کہ ہم دنیا میں خوشی اور چین سے رہیں۔ ذرا سُوچو تو تم نے جب سے فتّو سے جھگڑا مُول لیا ہے تمھیں کتنا سُکھ چین ملا ہے کس بے چینی اور فکر و پریشانی سے وقت گذار رہے ہو۔ ذرا حساب تو لگا کے دیکھو ان مُقدّمہ بازیوں میں کتنا روپیہ خرچ ہوا ہے۔ تمھارے لڑکے بڑے ہو کر تمھارے چھّن یاد کرکے چیل کوؤں کی سی زندگی بسر کریں گے۔ تمھیں تو چاہیے تھا ہنسی خوشی سے وقت کاٹتے۔ نظر اُٹھا کے دیکھو۔ یاد کرو کہ تمھارے پاس کیا کچھ تھا۔ اس میں

کتنا کھویا اور جو کچھ رہا وہ بھی کھو رہے ہو۔ آخر تم کیوں ایسا کر رہے۔ کبھی سُوچا؟ تم اس کی کوئی معقول وجہ نہیں بتلا سکتے۔ لیکن میں بتاتا ہوں تم غرور میں اندھے ہو رہے ہو۔ غرور نے تمھاری عقل پٹ کر دی ہے۔ تمھارا جو وقت کھیتوں کے جُوتنے بُونے میں گذرنا چاہیے تھا جب سے تمھارے سر پر شیطان سوار ہے وہ وقت عدالتوں اور وکیلوں کے گھروں کے چکّر لگانے میں کٹتا ہے۔ تمھارے کھیت ہمیشہ دیر میں بُوئے جاتے ہیں۔ اسی لیے پیداوار اچھی نہیں ہوتی۔ اس سال جئی کی فصل صرف اسی وجہ سے اچھی نہیں ہوئی کہ جب تمھیں مُقدموں سے فرصت ملی تب تم نے کھیت بُوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پیداوار اچھی نہیں ہوئی بھائی ایسی بیوقوفیاں چھوڑو۔ اپنے کاروبار کی طرف توجہ دو۔ لڑکوں نوکروں کو ساتھ لے کر

کھیتوں میں کام کرو۔ پھر بھی اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو خدا پر نظر رکھو صبر سے کام لو۔ تمہیں ایسے صبر سے سچی خوشی اور آرام میسّر آئیں گے۔"

کرم الٰہی چپ چاپ بیٹھا بڈھے کی نصیحت سنتا اور غور کرتا رہا۔ بڈھے کو پھر کھانسی اُٹھی اور جب سکون ہوا تو پھر بولا اور کرم الٰہی کو تاکید سے کہا "کرمو بیٹے دیکھ۔ اب میں بڈھا ہو گیا ہوں، قبر میں پَیر لٹکائے بیٹھا ہوں۔ نہ معلوم کون سی گھڑی تم سے جدا ہو جاؤں۔ میرا کہا مان جا۔ ابھی زین سواری کر کے سیدھا پھر عدالت جا۔ اپنے سارے دعوے واپس لے لے۔ پھر فتو کے گھر جا اور خدا کا واسطہ دے کر اُس سے معافی مانگنا۔ اُسے بھائی بنانا۔ پرسوں راکھڑی بندھن ہے۔ اُسے اپنے گھر دعوت دینا یہاں لانا۔ راضی خوشی سے وہ جو کچھ کھائے گا میں کھلاؤں گا۔ تم دونوں میرے سامنے بیٹھ کر کھانا۔ تو میری طبیعت دیکھ کر بہت خوش ہو گی۔ پھر ہم سب مل کر خدا سے دعا کریں گے۔ اپنے گناہ معاف کرائیں گے۔ آگے کے لیے توبہ کریں گے۔ گھر میں عورتوں اور بچّوں کو بھی تاکید کرنا کہ وہ بھی ایسا ہی کریں۔"

کرم الٰہی ٹھنڈی سانس لے کر سوچنے لگا۔ "بابا ٹھیک کہتا ہے۔" اس کا دل پسیج رہا تھا۔ لیکن یہ سوچ کر پریشان تھا کہ "اب شروع کیسے کروں۔ مصالحت کیسے ہو گی؟"

بڈھے نے اس کی دلی کیفیت کا اندازہ کر کے پھر کہا "جا۔ کرمو۔ ٹال مٹول مت کر۔ آگ جب سلگتی ہو تو بجھانا آسان ہے مگر بھڑک اُٹھنے کے بعد بجھانا مشکل ہو جاتا ہے۔" ابھی وہ بول ہی رہا تھا اور کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ باہر سے عورتوں کی کائیں کائیں کا شور سنائی دیا، ان کو

بھی مقدمہ کی ساری خبر پہونچ چکی تھی اور معلوم ہو چکا تھا کہ فتّو کے بیدیں لگی ہیں اور اُس نے گھر میں آگ لگانے کی دھمکی بھی دی ہے۔ سُنی سُنائی میں اور نمک مرچ لگا کر اُنھوں نے فتّو کی گھر والیوں سے کوئیں پر تازہ ایک اور جھگڑا چھیڑ دیا تھا۔ اس لڑائی سے نمٹ کر جو گھر لوٹیں تو اس بات پر آگ بگولہ ہو رہی تھیں کہ فتّو کی عورت نے یہ کہہ دیا ہے کہ" فتّو کے کیا بیدیں لگی ہیں۔ دیکھنا مَیں تھانہ دار سے تمہارے جُوتے لگواؤں گی۔ تھانہ دار فتّو کا طرفدار ہے۔ وہ ہمارا مُقدمہ ہی لوٹ دے گا۔ اور لو اسکول کے ماسٹر جی نے کرمو کے خلاف ایک درخواست لاٹ صاحب کو بھیجی ہے۔ اس میں باغیچہ اور چٹنی والی بات کا سب حال لکھا ہے۔ اب خیر نہیں ہے۔ کرمو کا آدھا کھیت مُقدّمہ اور جرمانہ میں چلا جائے گا۔"

کرم الٰہی نے جب یہ باتیں سُنیں تو اس کا دل پھر پلٹ گیا۔ وہ کہنے لگا یہ نہیں۔ فتّو سے کوئی صلح نہیں ہو سکتی۔"

عورتوں کے شور سے یہ سمجھ کر کہ پھر کوئی تازہ واردات ہو گئی کرم الٰہی کنوئیں کی طرف چلا۔ یہاں پر میدان صاف تھا۔ راستہ میں اُسے بخشا اور چھِدّو نوکر ملے۔ ان دونوں نے گھر پہونچ کر ہل بیل ٹھکانے سے لگائے۔ پھر سب جانوروں کے سانی پانی، چارہ دانہ کا بندوبست کر کے گھر میں داخل ہوئے۔ مقدمہ کا حال تو کرم الٰہی سے ہی راستہ میں معلوم ہو گیا تھا گھر میں داخل ہوئے تو عورتوں سے نمک مرچ کی چاشنی بھی سُن لی۔ کھانے سے نمٹ کر بخشا تو زین کس کے پھر کھیت کی رکھوالی کو چل دیا مزدور وہیں تھے۔ بڑا لڑکا ضلعدار صاحب کے یہاں

سینچائی کا روپیہ دینے چلا گیا۔ وہ شہر میں رہتے تھے۔ منجھلا بیٹا گھر پر رہ گیا اور چند وکٹی کاٹنے اور بھیری کھلیان کی دیکھ بھال کی ضرورت سے ٹھہر گیا۔

کرم الٰہی نے گھر کی طرف لوٹتے ہوئے چاندنی رات میں بھیری کے پاس فتو کو گذرتے ہوئے پہچانا تو اس کے کان کھڑے ہو گئے سمجھا کہ فتو آج ہی آگ لگانے کی فکر کر رہا ہے۔

اس نے طے کیا کہ آج گھر میں نہیں سوؤں گا۔ فتو کا پیچھا کروں گا۔ دیکھوں آج یہ کیا کرتا ہے۔ وہ فتو کی طرف لپکا۔ رات کے سناٹے میں آہٹ پاکے فتو نے بھی کرم الٰہی کو پہچان لیا اور کاواں دے کر کرم الٰہی کے چھپر کے پیچھے سے نکل گیا۔

فتو کے اس طرح خلاف معمول پھرنے اور چھپنے سے کرم الٰہی کا اندیشہ پکا ہو گیا۔ تو اس نے بھی اسے آگ لگانے کا مزہ چکھانے کا ارادہ کر لیا۔

اس میں شک نہیں کہ فتو کا ارادہ آج واقعی آگ لگانے کا تھا اور آگ لگائی۔ کچھ دیر بعد فتو پھر بھیری کی طرف سے گذرتا ہوا نظر آیا تو کرم الٰہی نے للکارا۔ مگر فتو موقع مناسب سمجھ کر چپ رہا اور پھر کاواں دے گیا۔

اسی طرح رات کے دس بج گئے۔ اس وقت تک چھوٹے بڑے لڑکے جا چکے تھے۔ منجھلا لڑکا اور نوکر بھی کام سے چھٹی کر کے اپنے اپنے گھر جا لیٹے تھے۔ البتہ گھر میں ساس بہو یہ سن کر کہ آج کرم الٰہی کی بے چینی اور چوکسی کا کیا سبب ہے کھچڑی پکانے میں لگی ہوئی تھیں۔

کرم الٰہی بھیری کے اندر یہ سوچ کر جا چھپا کہ فتو جب پھر قریب آئے گا اور آگ لگانے بڑھے گا تو جھٹ دبوچ لوں گا۔ وہ چپ بیٹھا رہا۔ فتو نے میدان خالی پا کر بھیری میں ایک

رُخ پر دیا سلائی لگا ہی دی۔ یہ رُخ کرم الٰہی کی
نظروں سے اُوجھل تھا۔ آگ لگا کے وہ کرم الٰہی
کے سامنے سے بھاگتا ہوا نکلا تو وہ اس کے پیچھے
ہو لیا۔ بُھس تو سُلگنے لگا، لیکن کرم الٰہی فتو کے
پیچھے لگ گیا۔ بھاگتے ہوئے فتو جب اپنی انگنائی
کی دیوار پر چڑھنے لگا تو کرم الٰہی نے اس کا کُرتہ
پکڑ کے کھینچا۔ اس کھینچا تانی میں فتو کے کُرتے کی
تو دھجیاں ہوگئیں مگر وہ خود دیوار پر چڑھ کے
اپنی انگنائی میں کُود گیا اور جب اس کے پیچھے
کرم الٰہی دیوار پر چڑھنے لگا تو فتوّ نے ایک ڈنڈا
اُٹھا کے ایسا سر پہ ٹکایا کہ وہ پیچھے کو چِت گِرا۔

ضرب شدید پڑی کوئی ایسا ویسا ہوتا تو
اُٹھ کے پانی بھی نہ پیتا لیکن کرم الٰہی خون کے
فوّارے چھوٹتے میں اُٹھا۔ روشنی کی طرف جو
دیکھا تو بھُسیری کا الاؤ ہو رہا تھا۔ اکیلا چلنے اور
گھر تک پہونچنے کی تاب نہ تھی۔ رات کا وقت۔ گاؤں
والے اِن دُو جنوں کے معاملہ میں یوں بھی دخل
دیتے ڈرتے تھے۔ ایک کی مدد کریں تو دوسرے
کی دشمنی پلّے پڑتی تھی۔ الاؤ دیکھنے تو آ کھڑے
ہوئے مگر آگ بجھانے کے خیال سے دو چار دس
پانچ نے قدم اُٹھایا مگر کیا ہوتا ہے۔ اب آگ
اس حالت کو پہونچ چکی تھی کہ گاؤں میں پانی کے
سارے گھڑے بھی لاکر انڈیل دیتے تو اس بُھس
اور پھُونس میں اثر نہ ہوتا۔ آگ کی لپٹیں کرم الٰہی
کے چھپّر کو بھی پہونچنے لگیں اور اسی کا چھپّر گیا۔
آس پاس تیرے میرے اور فتوّ کے چھپّر بھی جل
رہے تھے۔ گھر میں سے کرم الٰہی کی عورت بہو
بیٹیاں تو اپنی جان سلامت لے کر بھاگ نکلے
پر بُڈّھے باپ کی کسی نے خبر نہ لی۔ کرم الٰہی کے
جب ہوش درست ہوئے تو گھر والوں کے خیال

سے بے چین ہوگیا۔ دوسروں کی طرف سے گو کچھ اطمینان تھا مگر بڈھے باپو کی یاد پر اُس کی نصیحتیں یاد آگئیں۔ ریوڑ ڈھور ڈنگر کی طرف نظر گئی تو اُن کی بے کسی کا خیال بھی تڑپانے لگا۔ فتّو پر قابو کرنے میں ناکامی کا خیال آیا تو بس زہر ہی ہوگیا۔ غرضکہ کوئی ایک خیال تھا۔ ... جدھر دیکھتا قیامت ہی نظر آتی تھی۔ لوگوں کے شور غل چیخ پکار، آسمان تک پہونچ رہے تھے۔ چھپّروں کے جلنے کی لپیٹیں دل ہلائے دے رہی تھیں۔ اسی روشنی اور دوڑ بھاگ میں لوگوں نے کرم الٰہی کو اس کی بے کسی میں دیکھا۔ تو ایک دو دیہاتی بھائیوں نے خون صاف کر کے زخموں پر جلے پھونس کی راکھ جما کر پٹیاں باندھ دیں۔

اتنے میں پنڈت کرپا رام کے لڑکے اور نوکر کرم الٰہی کو ڈھونڈتے ہوئے آ پہونچے۔ تو یہ خبر سُنائی کہ "باباجی آگ میں جل گئے۔ اُن کو بڑی مشکل سے نکالا ہے۔ اب وہ ہمارے یہاں پڑے ہیں۔ بڑی نازک حالت ہے۔ کرم الٰہی بھائی، تمھیں بُلاتے ہیں۔ جلدی چلو"

غم و غصّہ سے کرم الٰہی کی آنکھوں میں اندھیر تھا۔ غم اور وہ بھی کوئی ایک غم۔ غصّہ! اور وہ بھی کسی ایک پر، باپ کی حالت کی خبر سُن کر مددگاروں کے سہارے پر گرتا پڑتا چلتا اور جلتے چھپّروں کی طرف دیکھتا باپ کی طرف چلا۔ اُس وقت رات کے کوئی تین بجے تھے اور آگ کی تیزی کم ہوگئی تھی۔ کیونکہ کرمو کے چھپّر سے چل کر دوسروں کے چھپّروں کی طرف بھی لپیٹیں بڑھنے لگیں تو سارے دیکھنے والو کو اپنی اپنی فکر ہوئی۔ اور سب نے جوش سے

کام لے کر اور بل جل کے آس پاس کے چھپر اُتار دیے، اور حد بندی کر دی تھی اور پانی سے کنارے کاٹ دیے تھے۔ اس لیے اب وہی پھُونس جل رہا تھا جو اس حد بندی کے بیچ میں کھڑا پڑا رہ گیا تھا۔

فتّو اپنے دشمن کرم الٰہی کے ہاتھوں سے تو بچ گیا تھا مگر اس کی حالت بھی کچھ مطمئن نہ تھی۔ اس کو پورا یقین تھا کہ کرم الٰہی اگر چوٹ سے بچ گیا، تو چُپ کرنے والا نہیں ہے۔ اس نے مجھے اچھی طرح سے دیکھ لیا ہے۔ گاؤں میں میرے آگ لگانے کا وہ ضرور سب سے ذکر کرے گا بلکہ جو اُس نے کہہ دیا ہوگا تو گاؤں میں اپنے پرائے سب میری جان کو ابھی آجائیں گے، اور جو کہیں کرم الٰہی مر گیا اور یہ بات چھپی بھی رہی کہ کس نے آگ لگائی پھر بھی لوگوں کا

گمان مجھ پر ہی ہوگا۔ میری اور کرمو کی دشمنی، اور مُقدمہ بازی کس کو نہیں معلوم۔ کل ہی ایک مُقدمہ فیصلہ ہوا ہے اس کی خبر سب کو ہوگی۔ آگ اُسی کی بھُسیری سے شروع ہوئی، چوٹ اُسی کے لگی۔ پھر میری گرفتاری میں کیا شبہ ہے اگر زمین کے سات پردوں میں بھی گھُس جاؤں گا تب بھی پکڑا جاؤں گا۔ میرا کوئی ساتھ نہ دے گا کسی سے دو کلمے ہمدردی کے بھی نہ نکلیں گے۔ آگ اور قتل کا جُرم۔ اب پھانسی کے سِوا میرا کہیں ٹھکانا نہیں"۔ ان خیالات میں اُلجھ کر وہ رہ رہ کر اِدھر اُدھر دیکھتا اور انتظار کر رہا تھا کہ اب لوگ اسے گرفتار کرنے آتے ہوں گے۔

کرم الٰہی گرتا پڑتا باپ کی چارپائی تک پہونچا۔ باپ کی حالت کا کیا ذکر۔ ایسے بے کس اور معذور کا ایسی آگ میں گھِر کر جو حال ہونا

چاہیے تھا ہوا۔ زندگی کی کچھ سانسیں باقی تھیں جو بیٹے کی صورت آخری مرتبہ دیکھنے اور دو کلمے کہنے کے انتظار میں رہ گئی تھیں۔ کرم الٰہی نے بھرے دل سے باپ کو اشارہ سے سلام کیا۔ اُس نے چارپائی کے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ کہنے سُننے کو تو بہت کچھ تھا لیکن وقت میں تنگی دیکھتے ہوئے بُڈھے نے درد بھرے دل سے کہا:۔

"کرم الٰہی بیٹے! میرا وقت آگیا۔ اپنی بھلی بُری جیسی کٹنی تھی میں نے تیر کر دی۔ اللہ معاف کرے۔ میں جیتے جی تجھے کڑوی پھیکی کہتا رہا۔ تو نے میری باتیں سُنیں یا نہیں سُنیں اس کی شکایت نہیں کرتا۔ لیکن اب مرتے وقت ایک بات کہتا ہوں۔ اس پر عمل کرنا۔ یہ پنڈت جی، یہ بھائی دُرگا۔ یہ بھائی ابرار علی کھڑے ہیں۔ ان کے سامنے مجھ سے اقرار کر کہ میرا آخری کہنا مانے گا"

کرم الٰہی نے وعدہ کیا اور تین دفعہ اس وعدہ کو دُہرایا۔ پھر بُڈھے نے کہا جو کچھ ہوا سُو ہو گیا جو جیسا بیج بوئے گا ویسا ناج پائے گا۔ تو نے اپنی خوشی کی کھیتی کر کے دیکھ لی۔ اب میری خوشی کی کھیتی کر کے دیکھ۔ اس کا تجھے پھل ملے گا۔ جو کچھ کھُویا ہے وہ سب پائے گا، بلکہ اس سے زیادہ پائے گا۔ خدا کے یہاں کسی بات کی کمی نہیں وہ پھر بھی دے سکتا ہے۔ مگر تو بہ اور سچی توبہ کر اس سے میری روح کو تسکین ہو گی تو بھی خوش رہے گا اور پھلے پھُولے گا، دیکھ۔ اپنے وعدہ کو یاد رکھنا کہ جس نے آگ لگائی ہے اُس کا کسی سے نام مت لینا گھر اور باہر کسی کو نام مت بتانا۔ اور بھائیو! آپ بھی دَیا کر کے کرم الٰہی کی مدد کریں اور سمجھاتے رہیں"

یہ کہہ کر بُڈھے نے آنکھیں بند کر لیں اور کلمہ

پڑھتا ہوا ہچکیاں لے کر دوسرے جہان کو سدھار گیا۔

صبح ہوئی۔ فتو کو بڈھے کے مرنے کی خبر مل گئی، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کرم الٰہی زندہ ہے۔ اس لیے اسے تعجب تھا کہ ابھی تک لوگ اسے کیوں نہیں ڈھونڈھنے نکلے۔ وہ ڈر سے چھپتا پھرتا تھا اور ہر گھڑی گرفتاری کا منتظر تھا۔ لیکن شام ہو گئی اپنی تلاش کا کہیں چرچا نہیں سُنا۔ تو ہمت کر کے باہر نکلا۔ کچھ اتا پتا لیا پھر بھی اپنا کہیں ذکر نہ پایا۔ آخر رفتہ رفتہ دو چار دن میں پھر اپنے کام کاج میں لگ گیا۔ اسے اپنے گرفتار نہ ہونے پر تعجب تھا اور جتنی دیر ہوتی جاتی تھی وہ دل ہی دل میں کرم الٰہی کا احسانمند ہوتا جاتا تھا۔ اور بچھلی کرنی کے پھل دیکھکر توبہ کرتا رہتا تھا

کرم الٰہی نے بھی توبہ کے بعد کھیتی باڑی کی طرف توجہ دی گھر میں عورتوں کی بکواس کو رُدکا اور گھر اور کھیتی کے کام سے کام رکھا۔ فتو بھی اسی طرح کی فکروں میں لگ گیا۔ سہج سہج بات چیت ہونے لگی۔ میل ملاپ ہو گیا۔ فتو اب کرم الٰہی کا مخلص دوست اور ہمدرد تھا۔ اگلی فصل میں دونوں نے نئی جھونپڑیاں ڈال لیں۔ اس کے بعد کی فصلیں بھی اچھی ہوئیں اور خدا کی دین سے گھروں میں پھر چہل پہل نظر آنے لگی۔ کرم الٰہی اپنے وعدہ پر قائم رہا۔ اس کے مرحوم باپ کی دعائیں اور خدا کی رحمتیں اس پر نازل ہوتی رہیں۔ فتو بے داموں کا غلام ہو گیا تھا۔ گاؤں میں ہر طرح کی عزت اور ناموری حاصل ہو گئی۔ لوگ نیکی اور سلوک کی باتوں پر کرم الٰہی کا نام لیتے تھے۔ تین چار سال ہی گذرے تھے

PRINTED BY B. B. KAPUR
AT THE
NEWUL KISHORE PRESS,
LUCKNOW.

کہ گھر میں چار بھینسیں تین ٹٹو تھے چالیس پینتالیس بھیڑ بکریوں کا گلّہ بھی ہو گیا تھا۔ مکان بھی پہلے سے اچھا بنا لیا۔ دونوں بیٹوں کی شادیاں دُھوم سے کیں۔

ننّو کی حالت بھی خاصی سنبھل گئی۔ دُشمنی اور دشمنوں سے چُھٹکارا پا کے اس کے بھی پُھولنے پھلنے کا زمانہ آ گیا تھا۔ گھر میں پُوتے کی مُونڈن کرائی تو گاؤں کے بہت سے لوگوں کو بُلایا۔ اس تقریب میں کرم الٰہی نے حق ہمسائگی ادا کیا اور بھائی چارہ انجام دینے میں بحیثیت مختار کام کیا۔

باہتمام
بی۔ بی کپور سپرنٹنڈنٹ نولکشور پریس
لکھنؤ میں چھپا